مدینہ کے منافقین کے ساتھ رسول خداؐ کا برتاؤ

مؤلف: علی صباغیان، ڈاکٹر مصطفیٰ گوہری
مترجم: مولانا محمد رضا خان

تاریخ اسلام میں رسول خداؐ کا منافقین کے ساتھ کیا رویہ رہا ہے، اس موضوع پر ہمیشہ بحث و گفتگو ہوتی رہی ہے۔ اس تحقیق کے نتیجے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ رسول خداؐ منافقین کے ساتھ جس قدر ممکن تھا نرم رویہ اختیار کرتے تھے اور جس قدر ممکن تھا انہیں سزا دینے سے پرہیز کرتے تھے، انہیں جنگوں میں شرکت کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا، اگر منافقین اپنی گفتگو کے ذریعہ رسول خداؐ کو تکلیف پہنچانے یا مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش کرتے تھے تو پیغمبر اکرمؐ ان لوگوں کا جواب استدلالی صورت میں دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی انہیں معاشرے سے الگ کرکے ان کے اعمال کے دائرے کو محدود کردیا کرتے تھے، لیکن بس انہیں چیزوں پر اکتفا کرتے تھے یہاں تک کہ غزوہ تبوک میں منافقین میں سے کچھ لوگوں نے جب رسول خداؐ کو قتل کرنے کی سازش کی تو پیغمبرؐ نے ان کی پردہ پوشی کی اور انہیں عوام کے سامنے نہیں لائے لیکن جس وقت منافقین خیانت کرتے یا مسلمانوں کے خلاف کسی سازش کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے تو پیغمبر اکرمؐ فوری طور پر کارروائی کرتے تھے۔ مثال کے طور پر غزوہ تبوک کے موقع پر جس وقت رسول خداؐ کی مدینہ میں غیر حاضری کی مدت طولانی ہورہی تھی تو آپ نے اپنی جگہ پر علی بن ابی طالبؑ کو معین کیا تاکہ منافقین مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش نہ کرسکیں اور واپسی کے بعد منافقین کی اس مسجد کو بھی مسمار کردیا جسے قرآن کے بیان کے مطابق نقصان پہنچانے کی غرض سے تعمیر کیا گیا تھا۔ ان سب باتوں کو ہم یہاں پر تفصیل سے بیان کریں گے۔

خدا کی طرف سے بھیجے گئے انسان کے عنوان سے رسول خداؐ کی عملی سیرت ہم سب کے لئے مثال ہے۔ مخالفین کے ساتھ پیغمبر اسلامؐ کس طرح برتاؤ کرتے تھے، یہ سیرت بھی ہمارے لئے بہت اہم

ہے۔ مدینہ میں رسول خداؐ کی دینی تبلیغ کا مختلف گروہوں پر مختلف اثر ہوا۔ مسلمانوں اور مومنین کی طرح کچھ لوگ پیغمبرؐ کے موافقین کی صف میں آ گئے اور کفار، منافقین اور یہودی لوگ مخالفین کی صف میں کھڑے ہو گئے۔ایسے حالات میں رسول خداؐ نے اپنی سیاسی بصیرت اور سیاسی تدبیر کے ذریعہ ہدایات الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے نفرت کو محبت، حقارت کو عزت اور جنگ و دشمنی کو صلح و دوستی میں تبدیل کر دیا اور بے نظیر بردباری اور تحمل کے نتیجہ میں تمام لوگوں کو خصوصاً اپنے مخالفین کو اپنا بنالیا۔ یہ تحقیق موضوع کی وسعت کی بناپر صرف منافقین کے ساتھ رسول خداؐ کے سلوک کی کیفیت پر مرکوز ہے۔

رسول خداؐ کا حاکم اسلامی کے عنوان سے اپنے داخلی وخارجی مخالفین کے ساتھ تعامل کا طریقہ کاران موضوعات میں سے ہے جس پر اب تک بہت سے مقالات تحریر کئے جا چکے ہیں اور تحقیقات انجام پا چکی ہیں۔اس موضوع کی اہمیت یہ ہے کہ آج کے دور میں اسلام کے بہت سے مخالفین، رسول خداؐ کی جانب سے دی جانے والی سزاؤں میں سے کچھ کو بنیاد بنا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام تلوار کا دین یا سزا دینے کا دین ہے۔ مثال کے طور پر جنگ بدر کے دو اسیروں کی سزائے موت اور بنی قریظہ کے تمام اسیروں کی سزائے موت کا معاملہ۔ دوسری جانب جن لوگوں نے اس اقدام کا دفاع کیا ہے، انہوں نے رسول خداؐ کی مکمل سیرت پر تحقیق نہیں کی ہے۔ سیرت نبوی سے متعلق زیادہ تر تحقیقات میں ایسے موارد کو حذف کر دیا گیا ہے جہاں پر رسول خداؐ کفار کے ساتھ شدت عمل کے ساتھ پیش آئے ہیں، اور صرف رسول خداؐ کی وہ سیرت بیان کی گئی ہے جہاں مخالفین کے ساتھ لطف و کرم و بخشش کے ساتھ پیش آئے ہیں لہٰذا یہ آثار مصنوعی اور تبلیغی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ایک دوسری مشکل جوان شائع شدہ آثار میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے اسے مستند کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ رسول خداؐ کو ایک ایسے انسان کی شکل میں پیش کیا جاسکے جو مخالفین کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے پیش آتے تھے جب کہ یہ طریقہ بھی بہت کارساز نہیں ہے اس لئے کہ یہ صرف ان لوگوں کے لئے کارآمد ہے جو دین اسلام پر عقیدہ رکھتے ہیں لیکن مخالفین، آیات و روایات پر بھروسہ نہیں کر سکتے کیونکہ وہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے اور اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ ایک سیاسی حاکم کے سلوک کو صرف تاریخ و عمل کے آئینہ میں پیش کیا جاسکتا ہے کیونکہ نظری اعتبار سے تمام الٰہی ادیان صلح و مدارا کے پرچم دار ہیں، یعنی اہم مقام عمل ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ایک مکتب کی پیروی کرنے والے کس

حد تک اپنے مکتب کے قوانین وفرامین کی پیروی کرتے ہیں۔ انہیں کوتاہیوں کو نظر میں رکھتے ہوئے اس مقالہ میں مخالفین کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کے برتاؤ کو ایک جامع سیرت عملی کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مخالفین کے ساتھ رسول خداؐ کے برتاؤ کے بارے میں کم سے کم دو کتابیں تالیف ہوئی ہیں۔ پہلی کتاب "رحمت نبوی خشونت جاہلی" ہے جس کے مؤلف صابر اداک ہیں۔[1] اس کتاب میں مؤلف نے مخالفین کے ساتھ رسول خداؐ کے برتاؤ کو تاریخی پس منظر میں نقل کیا ہے اور انہیں تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، مشرکین، اہل کتاب اور منافقین۔ انہوں نے پہلی اور دوسری قسم کے بارے میں طویل بحث کی ہے لیکن منافقین کے بارے میں اختصار سے کام لیا ہے۔ مؤلف نے منافقین کے اقدامات کو پورے مدنی دور میں مختصر لیکن مکمل طور پر فہرست وار ذکر کیا ہے اور مفصل طریقہ سے تحقیق و تحلیل نہیں کی ہے۔

اس سلسلہ میں تحریر کی گئی دوسری کتاب، قرآن کے پس منظر میں لکھی گئی ہے جس کا نام "سیرت پیامبرؐ در برابر مخالفین از زبان قرآن" ہے اور اس کے مؤلف علی محمد یزدی ہیں۔[2] جیسا کہ اس کتاب کے عنوان سے ظاہر ہے اس میں صرف قرآنی منظر سے اس موضوع پر تحقیق کی گئی ہے۔ مؤلف نے آیات قرآنی کی بنیاد پر منافقین کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، مدینہ کے منافقین اور بادیہ نشین اعراب [3]۔ اس کتاب کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں صرف قرآن اور تفاسیر پر توجہ کی گئی ہے اور تاریخی منابع کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی ہے لیکن اس کے عنوان کو دیکھتے ہوئے اس پر اعتراض بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس کتاب سے بھی اس مقالہ کی قرآنی مباحث میں استفادہ کیا گیا ہے۔

اصغر منتظر القائم نے بھی اپنی کتاب میں منافقین کے کاموں کو بطور مختصر سات عنوان اور محور میں

۱۔ اداک، صابر، رحمت نبوی خشونت جاہلی: رویکردی نو بہ رفتار پیامبر اکرم با مخالفان، تہران، کویر، ۱۳۸۹

۲۔ یزدی، علی محمد، سیرہ پیامبر در برابر مخالفان از زبان قرآن، پژوہشگاہ علوم وفرہنگ اسلامی، قم، ۱۳۹۳

۳۔ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ۔ ترجمہ: اور تمہارے گرد دیہاتیوں میں بھی منافقین ہیں اور اہل مدینہ میں تو وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان پر دوہرا عذاب کریں گے اس کے بعد یہ عذاب عظیم کی طرف پلٹا دیئے جائیں گے (سورہ توبہ، آیت ۱۰۱)

بیان کیا ہے۔

سیرت کی کتابوں میں بھی پیغمبرؐ کے زمانے میں منافقین کے کردار پر متفرق طور پر تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے لیکن عام طور پر یہ واقعات کے نقل تک محدود ہے۔ مثال کے طور پر غلام حسین زرگری نژاد نے اپنی کتاب "تاریخ صدر اسلام (عصر نبوت)" میں غزوہ احد (ص ۴۰۴)، غزوہ خندق (ص ۴۷۳-۴۷۴)، غزوہ مریسع (ص۴۸۹-۴۹۰) اور غزوہ تبوک (ص ۵۴۵-۵۴۶) کے واقعات کی وضاحت کرتے ہوئے مختصر طور پر منافقین کے حرکات وسکنات کی جانب اشارہ کیا ہے۔[1]

رسول جعفریان اپنی کتاب "تاریخ سیاسی اسلام (حصہ اول سیرت رسول خداؐ)" میں غزوہ احد (ص ۵۱)، بنی نضیر (ص ۵۴۲)، احزاب (ص ۵۶۵) اور مریسع (ص ۵۷۴-۵۷۶) میں منافقین کے تحریک آمیز اقدامات کا ذکر کرتے ہیں نیز غزوہ تبوک میں منافقین کے کردار کو سورہ توبہ کی آیات کی روشنی میں بیان کیا ہے (ص ۶۴۴-۶۵۳)۔[2]

اصغر منتظر القائم نے بھی اپنی کتاب میں "منافقین کے ساتھ رسول خداؐ کے روابط وضوابط" کے باب میں پیغمبرؐ کے دور میں منافقین کے تمام اقدامات کو آٹھ مختصر عنوانات میں تحقیقی طور پر بیان کیا ہے (ص ۲۲۲-۲۲۴)۔

فارسی مقالات کی دنیا میں صرف ایک مقالہ ایسا نظر آتا ہے جس میں مخالفین کے ساتھ رسول خداؐ کے روابط کے دونوں پہلوؤں یعنی شدت عمل اور رأفت ومہربانی کا تحقیقی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالہ کا نام ہے: "بررسی و تحلیل سیرہ سیاسی پیامبرؐ باتاکید بر رفتار باد شمنان" اور اس کے مؤلف حمزہ خان بیگی ہیں۔ اس مقالہ میں تفصیلی مقدمات ہیں نیز سیرت کے معانی ومفاہیم کو بیان کیا گیا ہے اور بار بار آیات قرآنی کی طرف استناد کیا گیا ہے جو کہ اس بارے میں محل استدلال نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مؤلف نے پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے غیر جانبدار حکومتوں کے ساتھ سیاسی عہد وپیمان کا انعقاد اور اسی طرح عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف آپ کے سخت رویہ کو مورد بحث قرار دیا ہے۔[3]

۱۔ زرگری نژاد، غلامحسین، تاریخ صدر اسلام (عصر نبوت)، سمت، تہران، ۱۳۷۸

۲۔ جعفریان، رسول، تاریخ سیاسی اسلام ۱ (سیرہ رسول خدا)، قم، دلیل ما، ۱۳۸۵

۳۔ خان بیگی، حمزہ، بررسی و تحلیل سیرہ سیاسی پیامبر باتاکید بر رفتار باد شمنان، حبل المتین، سال سوم، بہار ۱۳۹۳، ش ۶، ص ۷۸-۹۹

مقالہ "تعامل با اہل کتاب از منظر قرآن وسنت" نے صرف موضوع کے فقہی پہلوؤں جیسے کہ اہل کتاب کی طہارت یا نجاست نیز ان سے شادی وغیرہ کی گفتگو کی ہے جو کہ مورد بحث موضوع سے خارج ہے۔[۱]

مقالہ "روش شناسی برخورد پیامبرؐ بامشرکان واہل کتاب" میں بھی صرف قرآنی آیات کو نقل کیا گیا ہے اور ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ یہ طرز صرف ان لوگوں کے لئے کارآمد ہے جو اسلام وقرآن کو مانتے ہیں اور یہ بات طبعی ہے کہ ایسے لوگوں کے ذہن میں کبھی بھی رسول خداؐ کی ذات کے بارے میں شک وشبہ ایجاد نہیں ہوتا ہے۔[۲]

مفصل مقالہ "سیرت ورفتار مسالمت آمیز پیامبرؐ اعظم باغیر مسلمانان" میں بہت سے مثبت نکات موجود ہیں مثال کے طور پر مسلمانوں کے ساتھ رابطے کی بنیاد پر غیر مسلموں کو ان کے دین سے صرف نظر کرتے ہوئے چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: اہل ذمہ، محارب، معاہد اور مہادن (ایسے ممالک جو اسلامی ممالک سے نہ حالت جنگ میں ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی عہد وپیمان ہے)۔ اس مقالہ میں مرکزی توجہ رسول خداؐ کے عہد ناموں پر ہے لیکن پھر بھی جیسا کہ عنوان مقالہ سے ظاہر ہے مؤلف نے زیادہ تر مخالفین کے ساتھ رسول خداؐ کے مہرآمیز برتاؤ کو توجہ کا مرکز قرار دیا ہے۔

مغربی مؤلفین ومصنفین نے بھی منافقین کے ساتھ رسول خداؐ کے برتاؤ جیسے موضوع کی طرف توجہ دی ہے۔ انگلینڈ کے مشہور ماہر مشرقیات مونٹگمری وات نے اپنی کتاب "محمد در مدینہ" میں دس صفحہ پر مبنی ایک جز کو منافقین سے مخصوص کیا ہے جس میں موضوع حاضر کے بارے میں کچھ نئے نکات مذکور ہیں۔ انہوں نے منافقین کے افعال وکردار کو دو ۵ سالہ دور میں تقسیم کرکے تحلیلی گفتگو کی ہے۔ پہلے دور میں عبداللہ ابن ابی کے کارناموں کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے لیکن دوسرے دور میں تمام دیگر منافقین کے کارناموں کو مورد توجہ قرار دیا ہے۔[۳]

دائرۃ المعارف اسلام کے دوسرے ایڈیشن میں بھی ایک مختصر سا مقالہ بروکت کے قلم سے موجود ہے جس میں اسلامی دور خصوصاً عصر نبوت میں منافقین کے مصادیق کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جس میں

۱۔ خادمی، نرجس، تعامل با اہل کتاب از منظر قرآن وسنت، تحقیقات علوم قرآن وحدیث، سال ششم، ۱۳۸۸، ش ۱۱، ص ۴۹-۶۶

۲۔ عباسی مقدم، مصطفیٰ، روش شناسی برخورد پیامبر بامشرکان واہل کتاب، فلسفہ دین، تابستان ۱۳۸۹، ش ۶، ص ۱۶۱-۱۸۶

3۔ Watt.W.Montgomery,Muhammad at Medina,p 181-182

منافقین کے اہم مصادیق کو شیعیت اور دوسرے مکاتب فقہی کی بنیاد پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہودیوں کا بڑا محقق اتان برگ جس نے شیعوں کے بارے میں مطالعہ کیا ہے، ایک مقالہ میں نظریہ جہاد کو شیعہ نقطہ نظر سے تجزیہ کرتے ہوئے، شیعی نقطہ نظر سے نفاق اور منافقین کے مصادیق کو بیان کیا ہے جو اہل سنت سے کہیں زیادہ مفصل ہے۔

مدینہ میں نفاق کا ظہور اور منافقین کے مصادیق:

پیغمبر اکرمؐ کی عملی سیرت میں مختلف مسائل کے درمیان ایک اہم مسئلہ جو نظر آتا ہے اور ممکن ہے اسے دور حاضر میں بھی جہاں اسلام کا سب سے اہم مسئلہ مانا جائے وہ منافقین کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ ہے۔ اسلام کا ظہور ایسے ماحول میں ہوا جب سالوں سے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا اور لوگ انبیاء کی دعوت و تبلیغ سے محروم تھے:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۔ ترجمہ: کیا ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ رسول کا افتراء ہے، ہرگز نہیں یہ آپ کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کی طرف سے آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا رسول نہیں آیا ہے کہ شاید یہ ہدایت یافتہ ہوجائیں۔[۱]

اتنا طویل فاصلہ الٰہی نظام سے لوگوں کی دوری اور فکری و عقیدتی اعتبار سے ان کے انحراف کا باعث بنا۔ اسلام کے ظہور کے ساتھ رسول خداؐ ایسے مخالفین سے روبرو ہوئے جن کا منافع نئے نظام کے منافع کے ساتھ میل نہیں کھاتا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو اس نئے نظام کے ہمراہ کرلیا تاکہ وہ اپنی گذشتہ حیثیت کو محفوظ کرسکیں لہٰذا انہوں اسلام کا دکھاوا کیا لیکن حقیقت میں وہ اسلام کو نقصان پہنچانے اور کمزور بنانے کی کوشش کرتے رہے۔

اسلام میں نفاق کا مسئلہ اس زمانے سے شروع ہوا جب رسول خداؐ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ رسول خداؐ اس دور میں ہمیشہ منافقین کے ساتھ مدارا کرنے

۱۔ سورہ سجدہ، آیت ۳

کو ترجیح دیتے تھے ، اس کے باوجود کہ منافقین کی جانب سے مختلف حربے استعمال کئے گئے لیکن رسول خداؐ نے ان کے مقابلے میں مدارا کرنے کی سیاست کو سب سے آگے رکھا اور حالات پر قابو رکھنے کے باوجود کبھی بھی ان سے سختی سے پیش نہیں آتے تھے۔ جیسا کہ خداوند عالم سورہ توبہ کی آیت نمبر ۷۳ میں رسول خداؐ کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتا ہے:

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِینَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیرُ۔ ترجمہ: اے پیغمبر! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے کہ ان کا انجام جہنّم ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔

علامہ طباطبائی کی تحریر کے مطابق (اسی آیت کی تفسیر میں) قرآن کی زبان میں جہاد زیادہ تر جنگ و کارزار کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن منافقین کے بارے میں اس معنی کا امکان نہیں ہے بلکہ منافقین سے جہاد کا معنی ہے ان کے ساتھ مصلحت کے مطابق عمل کرنا اور نافرمانی اور سازش کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا۔[1]

مرحوم طبرسی اس آیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ کفار سے جہاد کا مطلب جنگ کرنا اور انہیں قتل کرنا ہے لیکن منافقین سے جہاد کا مطلب یہ ہے کہ ایسی زبان استعمال کی جائے جس سے انہیں ان کے برے کاموں سے روکا جائے اور یقیناً اس بارے میں تلاش اور کوشش کرنے کو بھی جہاد کہا جائے گا۔[2]

کس گروہ کو منافقین کا گروہ کہا جاتا تھا، یہ امر قابل تامل ہے اس لئے کہ اگر رسول خداؐ کے اوامر و نواہی کی مخالفت معیار ہے تو کیا ہم انصار کے بعض بزرگ صحابہ کی امر رسول سے مخالفت کو نفاق کے دائرے میں رکھ سکتے ہیں؟ مثال کے طور پر قبیلۂ اوس کے سردار اسید بن حضیر نے جنگ بدر کے موقع پر مدینہ سے باہر جانے کے مسئلے پر پیغمبر اکرمؐ کی مخالف کی تھی۔ اس بناپر ایسا لگتا ہے کہ منافق اسے سمجھا جائے گا جو عمدی طور پر اپنے افعال و اعمال کے ذریعہ مسلمانوں کے کاموں میں خلل ایجاد کرنے کی کوشش کرے

۱۔ طباطبائی، محمد حسین، تفسیر المیزان (جلد ۹)، ص ۴۵۷

۲۔ طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان (جلد ۵)، ص ۷۷

اور قرآن کریم کی فرمائش کے مطابق ان کے دلوں میں مرض اور بیماری موجود تھی۔ ساتھ ہی ساتھ منافقین کے دائرے کو شہر مدینہ کے باہر بھی فرض کرنا چاہئے کیونکہ قرآن کریم کی فرمائش کے مطابق[1] جزیرہ عربستان کے بعض اعراب منافق تھے جنہیں سیرت کی کتابوں کے مطابق قبیلۂ جھینہ، اسلم، اشجع اور غفار میں تقسیم کیا گیا ہے[2]۔ اسی طرح اہل تشیع کی نظر میں منافق رسول خداؐ کے دور سے مخصوص نہیں ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق "اہل بغی" وہ لوگ ہیں جنہوں نے ائمہ معصومینؑ میں سے کسی امام کے خلاف علم مخالفت بلند کیا ہو[3]۔

پیغمبر اکرمؐ کی ایک روایت کے مطابق جس طرح رسول خداؐ نے کفار سے جنگ کی تھی بالکل اسی طرح حضرت علیؑ کو بھی خطرناک بدعت گزار اور آل نبی کو اذیت پہنچانے والوں سے لڑنا ہے اور جنگ کرنا ہے۔ شیعہ عقاید کے مطابق یاایھا النبی جاہد الکفار والمنافقین کی رو سے چونکہ رسول خداؐ نے منافقین سے جنگ نہیں کی لہٰذا حضرت علیؑ کے اوپر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ اسی بنیاد پر شیعہ حضرات حضرت علیؑ کی جنگوں کو جہاد سے تعبیر کرتے ہیں جب کہ اہلسنت اس طرح کے موارد میں طرفین میں سے کسی کی بھی مذمت نہیں کرتے ہیں۔ امیر المومنینؑ کے ایک وفادار ساتھی جن کا نام قیس بن سعد بن عبادہ ہے وہ کہتے ہیں کہ معاویہ کے ساتھ جنگ کرنا ترک اور روم کے لوگوں سے جنگ کرنے سے بہتر ہے۔

منافقین کا خصمانہ رویہ اور ان سے مقابلہ کرنے کا رسول خداؐ کا طریقہ

(ا) یہودیوں کی مدد کرنا:

منافقین کے یہودیوں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے اور وہ ہمیشہ انہیں رسول خداؐ کی مخالفت اور ان سے جنگ کے لئے اکساتے تھے اور اسی طرح مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ میں ہمیشہ یہودیوں کو حق بجانب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ غزوہ بنی قینقاع (ہجرت کے دوسرے سال) میں عبد اللہ ابن ابی نے یہودیوں کو

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۱۰۱

2. Brockett,A.Al Munafikun , Vol 7, p 561

3. Kohlbeg,E,The Development of Imami Shia Doctrine of Jihad, p 69

رغبت دلائی کہ رسول خداؐ کے مقابلے میں ثابت قدمی سے کام لیا جائے لیکن جس وقت انہیں شکست ہوئی تو رسول خداؐ سے انہیں معاف کر دینے کی پر اصرار درخواست کی[۱]۔

عبداللہ بن ابی نے غزوہ بنی نضیر (ہجرت کے چوتھے سال) میں بھی اپنے دوسرے ہم فکر و ہم خیال ساتھیوں کے ساتھ یہودیوں کو مسلمانوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے اور شکست نہ ماننے کی دعوت دی اور انہیں غطفان اور بنی قریظہ کے یہودیوں کی مدد کا یقین دلایا جب کہ ان وعدوں میں سے کوئی بھی محقق نہیں ہوا[۲]۔ اس نے غزوہ خیبر سے پہلے (ساتویں ہجری میں) بھی ایک خط کے ذریعہ خیبر کے یہودیوں کو خیبر کی طرف مسلمانوں کی پیش قدمی سے آگاہ کیا اور ان سے مطالبہ کیا کہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اور رسول خداؐ یا ان کے ساتھیوں سے خوف زدہ نہ ہوں چونکہ خیبر مستحکم جگہ ہے اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے پاس نہ اسلحہ ہے اور نہ لشکر۔ اس طرح انہیں رسول خداؐ سے جنگ کرنے کی ترغیب دی ہے۔[۳] اور یہ امدادی طریقہ یقیناً منافقین اور یہودیوں کے درمیان دو طرفہ تھا کیونکہ منافقین کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ورغلانے میں یہودیوں کا ہاتھ رہا ہوگا۔ یہودیوں کے ساتھ رسول خداؐ نے جو شدت عمل اختیار کیا اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں پر سختی کرکے بالواسطہ طریقہ سے منافقین کو روکنا بھی مقصد رہا ہوگا[۴]۔ ڈانر نے اس نکتے کی جانب اشارہ کیا ہے کہ مدینہ کے بازار میں یہودیوں کا بول بالا تھا اور یہ مسلمانوں کے لئے مناسب نہیں تھا[۵]۔

(۲) جنگوں میں شریک نہ ہونا:

(الف) جنگ اُحد (۳ ہجری): ابن ابی اور اس کے ساتھی رسول خداؐ کے ساتھ شہر سے باہر آئے لیکن سرزمین احد پر پہنچتے ہی واپس چلے گئے اور اس نازک موقع پر میدان جنگ کو ترک کر دیا۔ ان کا بہانہ یہ تھا کہ رسول خداؐ نے شہر کی حفاظت کے سلسلے میں ان کی رائے کو نظر انداز کر دیا اور کچھ نوجوانوں کی بات مان لی۔

۱۔ ابن ہشام حمیری، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ (جلد ۲)، ص ۶۸

۲۔ ایضاً، ص ۳۹۱

۳۔ اداک، صابر، رحمت نبوی خشونت جاہلی: رویکردی نو بہ رفتار پیامبر اکرم با مخالفان، ص ۲۴

4. Watt,W.Montgomery, Abdullah b.Ubayy, P 181-182

5.Donner,Fred.m,Muhammad and the believers at the origine of Islam, p 45

جنگ احد کے خاتمہ اور کچھ مسلمانوں کی شہادت پر ابن ابی نے خوشی کا اظہار کیا اور رسول خداؐ کو جو نصیحت کی تھی، اس کا اظہار کیا اور کہا انہوں نے میری مخالفت کی اور ان لوگوں کی پیروی کی جنہیں سوچنے اور سمجھنے کا طریقہ بھی نہیں آتا[۱]۔ رسول خداؐ چونکہ مسلمانوں کے پست حوصلے کے بارے میں جانتے تھے، لہٰذا ابن ابی کی باتوں کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اس کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تاکہ مسلمانوں کی روحی حالت اور زیادہ خراب نہ ہو۔

(ب) غزوہ تبوک (۹ ہجری): اس جنگ میں منافقین نے اسلام کے مقابلے میں سب سے اہم کردار نبھایا۔ یہ جنگ ہجرت کے نویں سال اور رسول خداؐ کی زندگی کے آخری ایام میں انجام پائی۔ اس جنگ کی ابتدا یہاں سے ہوئی کہ رسول خداؐ کو یہ خبر دی گئی کہ جزیرہ عربستان کے شمالی سرحدوں کے قریب رومیوں کی فوج جمع ہو رہی ہے۔ گرمی کا زمانہ تھا اور فصلیں تیار تھیں۔ منافقین اس بات کے منتظر تھے کہ رسول خداؐ کے اس طویل سفر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں، رسول خدا کی مخالفت کی جائے اور اسلام کو نقصان پہنچایا جائے۔

سب سے پہلے انہوں نے رسول خداؐ سے جنگ میں شرکت نہ کرنے کی اجازت مانگی اور واقدی کی روایت کے مطابق اسّی سے زیادہ منافقین کو جنہوں نے جنگ میں شرکت نہ کرنے کی درخواست کی تھی انہیں مدینہ میں رہنے کی اجازت دے دی گئی[۲]۔ پیغمبر اکرمؐ کا یہ فیصلہ شاید اس بنا پر تھا کہ آپ ان لوگوں کے میدان میں جانے کو زیادہ خطرناک محسوس کر رہے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ رسول خداؐ کے سپاہیوں کی تعداد کافی تھی (تقریباً ۳۰ ہزار سپاہی[۳]) اگرچہ اس بات کا بھی امکان پایا جاتا ہے کہ اتنی بڑی تعداد اغراق آمیز ہو لیکن یہ مسلّم ہے کہ یہ عرب کی اب تک کی سب سے بڑی فوج تھی لہٰذا فوج میں شامل ہونے کے لئے کسی کو مجبور کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ رسول خداؐ نے اس جنگ میں منافقین کے شرکت نہ کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اس لئے کہ ان لوگوں کے فوج میں شریک ہونے سے فائدہ سے نقصان تھا[۴]۔ ساتھ ہی ساتھ رسول

۱۔ واقدی، محمد بن عمر، المغازی (جلد ۱)، ص ۲۱۹؛ مسعودی، ابوالحسن علی بن الحسین، التنبیہ والاشراف، ص ۲۱۱

۲۔ المغازی (جلد ۳)، ص ۹۹۵

۳۔ ایضاً، ص ۱۰۰۳

۴۔ قمی، علی بن ابراہیم، تفسیر قمی (جلد ۱)، ص ۲۹۴؛ زمخشری محمود، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (جلد ۲)، ص ۲۷۶

خداؐ کا طریقہ بھی ہمیشہ یہی تھا کہ میدان جنگ میں شرکت کے لئے کسی کو مجبور نہیں کرتے تھے جیسا کہ جنگ احد میں بھی ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کے واپس چلے جانے پر زیادہ توجہ نہیں دی، عام طور پر رسول خداؐ کی نظر میں سپاہیوں کو مجبور کر کے جنگ کے لئے لے جانے سے سوائے اس کے کہ لشکر شکست کھاجائے اور سپاہی میدان جنگ سے بھاگ جائیں دوسرا کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔

اسی طرح منافقین کی ایک جماعت نے ابن ابی کے ساتھ جنگ میں جانے سے انکار کیا[1] اور راستے میں بھی کچھ لوگ لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ جب مسلمان یہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ فلاں شخص پیچھے رہ گیا ہے یا ابھی نہیں آیا ہے تو رسول خداؐ فرماتے تھے: جانے دو اسے، اگر اس میں کوئی خیر ہوگا تو خداوند اسے تم لوگوں سے ملادے گا لیکن اگر اس میں کوئی خیر نہیں ہے تو خداوند عالم نے تمہیں اس سے نجات دلا دی ہے۔ واقدی اور طبری کے بقول منافقین میں سے بہت سے لوگ صرف مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے رسول خداؐ کے ساتھ گئے تھے[2]۔ ایسے ماحول میں اگر رسول خداؐ کوئی بھی قدم اٹھاتے جس میں کمزوری یا سستی کی علامت ہوتی تو وہ مسلمان جو پیغمبرؐ سے کہیں زیادہ کمزوری کا احساس کر رہے تھے وہ بکھر جاتے اور سب درہم و برہم ہو جاتے۔

مدینہ میں رہ جانے والے منافقین، رسول خداؐ کی غیر موجودگی کو اپنی سازشوں کو بروئے کار لانے کے لئے بہترین موقع سمجھ رہے تھے، لیکن رسول خداؐ نے علی بن ابی طالبؑ کو اپنا جانشین منتخب کر کے ان کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ عام طور پر رسول خداؐ اس سے پہلے کی جنگوں میں جب اس طرح کے خطرے کا احساس نہیں کرتے تھے تو عبد اللہ ابن مکتوم کو جو کہ نابینا انسان تھے، انہیں اپنا جانشین بناتے تھے اور ان کا اصلی کام رسول خداؐ کی غیر موجودگی میں نماز جماعت کو قائم کرنا ہوتا تھا لیکن اس وقت اصل اسلام منافقین کے زہر آلود تیر کے نشانے پر تھا اور رسول خداؐ کے پاس اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ منافقین پر دقیق نظر رکھی جائے اور اپنے ساتھیوں کے درمیان سے جس پر سب سے زیادہ بھروسہ کرتے تھے وہ ان کے چچازاد بھائی اور داماد حضرت علی بن ابی طالبؑ تھے جو اسلام لانے کے پہلے دن سے اب تک یعنی پورے بائیس سال کے عرصہ تک صداقت کے ساتھ رسول خداؐ کی مدد کرنے میں مصروف تھے اور اسلام کی راہ میں کسی بھی قسم

۱۔ المغازی (جلد ۳)، ص ۹۹۵۔۹۹۶؛ السیرۃ النبویہ (جلد ۲)، ص ۵۱۹

۲۔ المغازی (جلد ۳)، ص ۱۰۰۰؛ تاریخ الامم والملوک (جلد ۳)، ص ۱۰۷

کی فداکاری سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے اور تمام اہم ذمہ داریوں کو انجام تک پہنچایا تھا۔

لہٰذا حضرت علیؑ کو سابقہ جنگوں کے برخلاف کہ ہمیشہ اپنے ساتھ لے جاتے تھے، اس بار مدینے میں اپنا جانشین بنا کر وہیں رہنے کا حکم دیا۔[۱] حضرت علیؑ کے مدینے میں رہنے سے منافقین اس قدر ناامید ہوئے کہ حضرتؐ کو مدینے سے دور کرنے ہی میں انہیں اپنی کامیابی کا واحد راستہ نظر آیا لہٰذا بغیر وقت گنوائے ہوئے امام علیؑ کے خلاف جھوٹی خبریں پھیلانا شروع کیں۔ انہوں نے لوگوں کے درمیان یہ جھوٹ پھیلایا کہ رسول خداؐ اپنے داماد سے ناراض ہیں اور اسی لئے سابقہ جنگوں کے برخلاف اس بار انہیں اپنے ساتھ نہیں لے گئے ہیں۔ یہ خبر شہر میں پھیل گئی اور اتنی زیادہ پھیلی کہ امام علیؑ کو سخت ناگوار گذری اور آپ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوج کے ساتھ جنگ پر جانے کی درخواست کی۔ رسول خداؐ خطرے کو مکمل طور پر محسوس کر رہے تھے اور دوسری طرف علیؑ کی ناگواری کو بھی دیکھ رہے تھے لہٰذا آپ نے قوت قلب دینے والی گفتگو کی اور فرمایا: ای علی! مدینہ واپس جاؤ۔ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسی سے تھی، فرق بس اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔[۲]

یہ حدیث، حدیث منزلت کے نام سے مشہور ہے اور امام علیؑ کے ناقابل انکار فضائل کا حصہ ہے اور پیغمبرؐ کے نزدیک حضرت علیؑ کے مخصوص مرتبے کی عکاس ہے۔ پیغمبرؐ کے اس مشتاقانہ بیان کے بعد امام علیؑ خرسندی کے عالم میں مدینہ واپس لوٹ گئے اور رسول خداؐ کے واپس آنے تک منافقین کی ایک نہ چلی اور وہ اپنی چال میں کامیاب نہ ہو سکے۔

جس وقت پیغمبر اکرمؐ نے جنگ تبوک پر جانے کا ارادہ کیا تو بنی غنم بن عوف کے کچھ لوگوں نے جو کہ منافق تھے، مسجد قبا کے پاس ایک دوسری مسجد بنائی اور رسول خداؐ سے درخواست کی کہ اس مسجد میں نماز پڑھ کر مسجد کا افتتاح کر دیں اور اپنے وجود سے اسے متبرک بنا دیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے بھی ان لوگوں سے وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے واپس آنے پر ضرور ایسا کریں گے۔ جنگ تبوک کی واپسی پر سورہ توبہ کی آیت نمبر

۱۔ التنبیہ والاشراف، ص ۲۳۶

۲۔ ابن سعد محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری، الطبقات الکبری (جلد ۳)، ص ۱۵؛ خلال بغدادی، ابوبکر احمد بن محمد، السنہ (جلد ۲)، ص ۴۰۷؛ نسائی، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب، ۱۳ خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب، ص ۳۷؛ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، الفصل فی الملل والاہواء والنحل (جلد ۴)، ص ۷۸

۱۰۷۔۱۰۹ نازل ہوئی جس میں خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو ان لوگوں کے مقصد سے آگاہ کیا اور آپ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا۔[۱]

حکم خداوندی کے بعد رسول خداؐ نے اپنے کچھ اصحاب کو اس مسجد کو ویران کرنے یا آگ لگانے کا حکم دیا[۲]۔ یہ عمل اس انسان کی جانب سے جو عبادت وبندگی خدا کا منادی ہو، منافقین کے لئے ایک واضح پیغام تھا اور انہیں یہ سمجھا دیا کہ دین کے بارے میں اس طرح کی ظاہر سازی سے متاثر ہونے والے نہیں ہیں اور ان لوگوں کے مقابلے میں اسی استحکام سے پیش آیا جائے گا۔

(۳) مہاجر وانصار کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش:

منافقین ہمیشہ مہاجر وانصار کے درمیان اختلاف ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے تھے چونکہ وہ جانتے تھے کہ ان دونوں کے درمیان اتحاد کو توڑا جاسکتا ہے اور وفات پیغمبرؐ کے بعد یہ اتحاد بلافاصلہ ٹوٹ بھی گیا۔ منافقین کی یہ کوشش تھی کہ انصار جو کہ انہیں لوگوں میں سے تھے، انہیں سامنے لاکر رسول خداؐ اور مہاجرین کے لئے مشکل کھڑی کی جائے خصوصاً اس دور میں پیش آنے والے واقعات بھی اس کام کے لئے بہترین

۱۔وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّـهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿﴾ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّـهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴿﴾ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّـهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّـهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ترجمہ: اور جن لوگوں نے مسجد ضرار بنائی کہ اس کے ذریعہ اسلام کو نقصان پہنچائیں اور کفر کو تقویت بخشیں اور مومنین کے درمیان اختلاف پیدا کرائیں اور پہلے سے خدا اور رسول سے جنگ کرنے والوں کے لئے پناہ گاہ تیار کریں وہ بھی منافقین ہی ہیں اور یہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم نے صرف نیکی کے لئے مسجد بنائی ہے حالانکہ یہ خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ سب جھوٹے ہیں۔ خبردار آپ اس مسجد میں کبھی کھڑے بھی نہ ہوں بلکہ جس مسجد کی بنیاد روز اوّل سے تقویٰ پر ہے وہ اس قابل ہے کہ آپ اس میں نماز ادا کریں۔ اس میں وہ مرد بھی ہیں جو طہارت کو دوست رکھتے ہیں اور خدا بھی پاکیزہ افراد سے محبت کرتا ہے۔ کیا جس نے اپنی بنیاد خوف خدا اور رضائے الٰہی پر رکھی ہے وہ بہتر ہے یا جس نے اپنی بنیاد اس گرتے ہوئے کگارے کے کنارے پر رکھی ہو کہ وہ ساری عمارت کو لے کر جہنّم میں گر جائے اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

۲۔المغازی (جلد ۳)، ص ۱۰۴۶، بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ (جلد ۵)، ص ۲۶۰

مواقع میں تبدیل ہو گئے اور شاید اس اختلاف کا سب سے واضح مرقع جنگ مریسیع میں مہاجر وانصار کے درمیان اختلاف اور کشمکش تھی۔ اس جنگ میں بہت سے منافقین کے گروہ جنہوں نے کبھی جنگ میں شرکت نہیں کی تھی اور انہیں جہاد سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، صرف اس لئے کہ میدان جنگ قریب تھا اور مال دنیا کی انہیں آرزو تھی، پیغمبر کے ساتھ جنگ کے لئے گئے[1]۔ جنگ سے واپسی پر ایک کنویں سے پانی نکالنے کے موضوع پر مہاجرین وانصار کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ ابن ابی نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مہاجرین کے لئے سخت لب ولہجہ کا استعمال کیا جس کا ذکر سورۂ منافقین میں موجود ہے۔[2]

زید ابن ارقم نے اس واقعہ کی خبر رسول خداؐ کو دی، چونکہ رسول خدا اختلاف کو پسند نہیں کرتے تھے لہٰذا اس کی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے رسول خداؐ کو یہ رائے دی کہ ابن ابی کی گردن قلم کر دی جائے۔ پیغمبر اکرمؐ اس بات سے ناراض ہو گئے اور اپنے منھ کو اس کی جانب سے پھیر لیا اور فرمایا:

"اب یہ باقی بچا ہے کہ لوگ کہیں کہ رسول خداؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں۔"

انصار کے کچھ لوگ ابن ابی کے پاس گئے اور کہا کہ اگر ایسی بات کہی ہے تو رسول خداؐ کے پاس جاؤ اور معافی مانگو۔ ابن ابی رسول خداؐ کے پاس آیا اور بولا کہ ہم نے کچھ نہیں کہا ہے۔ اسی درمیان وحی الٰہی کے ذریعہ ابن ابی اور اس کی پیروی کرنے والوں سے متعلق ایک مکمل سورہ (سورہ منافقون) نازل ہوا جس میں منافقین کے کاموں پر سے پردہ اٹھایا گیا اور انہیں رسوا کیا گیا[3]۔

(۴) مومنین کے عقیدے اور ارادے کو کمزور کرنا:

(الف) جنگ خندق: (سنہ ۵ ہجری): منافقین نے دشمنوں کو طاقتور بتانے اور جھوٹی خبریں پھیلانے کے ذریعہ مسلمانوں کے حوصلوں کو پست کرنے کی کوشش کی اور ڈرا دھمکا کر انہیں روحی اعتبار سے کمزور کرنے کی کوشش کی۔ جیسے جیسے جنگ کا وقت قریب آرہا تھا ویسے ویسے اس طرح کی حرکتوں میں اضافہ ہوتا

۱۔ دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ (جلد ۱)، ص ۴۰۵

۲۔ سورہ منافقون، آیت ۸

۳۔ تاریخ الامم والملوک (جلد ۲)، ص ۶۰۵۔۶۰۸؛ مجمع البیان، (جلد ۱۰)، ص ۴۴۲۔۴۴۴

جارہا تھا[۱]۔ جنگ خندق سے قبل دشمن کی طرف سے پورے مدینہ پر اور ہر طرف سے حملہ کرنے کی دھمکی آرہی تھی اور مسلمان رات دن کی محنت ومشقت کرکے شہر کے چاروں طرف خندق کھودنے کا کام کر رہے تھے لیکن منافقین بے سروپیر کے بہانے بنا کر لوگوں کی مدد کرنے سے پرہیز کر رہے تھے۔ وہ لوگ کام میں شریک نہیں ہوتے تھے اور مختلف بہانہ بنا کر اور کبھی کبھی رسول خداؐ کی اجازت کے بغیر کام چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ اس کے بارے میں خداوند عالم نے کچھ آیتیں بھی نازل کیں جس میں مومنین کی مدح اور منافقین کی مذمت کی گئی ہے[۲]۔

جب رسول خداؐ نے خندق کھودے جانے کے دوران مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا کہ ایران وروم دونوں کو فتح کیا جائے گا تو منافقین بولے: "کیا تم لوگوں کو اس بات پر تعجب نہیں ہو رہا ہے کہ حیرہ کے محلوں اور کسریٰ کے شہروں پر قبضہ کی بات کر رہا ہے جب کہ تم لوگ اس وقت رفع حاجت کے لئے بھی نہیں جاسکتے۔" مندرجہ ذیل آیت شاید اسی بارے میں نازل ہوئی ہے:

> وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّـهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا۔ ترجمہ: اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا یہ کہہ رہے تھے کہ خدا اور رسول نے ہم سے صرف دھوکہ دینے والا وعدہ کیا ہے۔[۳]

اسی طرح بنی قریظہ کی خیانت کے ظاہر ہو جانے کے بعد منافقین نے اس بہانہ سے کہ ہمارے گھروں کو یہودیوں سے کوئی بچانے والا نہیں ہے، خندق کی حفاظت کرنے سے گریز کیا اور اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔[۴]

(ب) جنگ تبوک (۹ ہجری): جلاس بن سوید ان منافقوں میں سے تھا جس نے جنگ تبوک میں شرکت کرنے سے منع کر دیا اور دوسرے لوگوں کو بھی جانے سے روک رہا تھا۔ اس نے ایک جگہ پر یہ کہا کہ اگر محمدؐ سچے ہیں تو ہم لوگ گدھے سے بدتر ہیں۔ کسی صحابی نے اس کی بات کو رسول خداؐ تک پہنچادی تو رسول

۱۔ رحمت نبوی خشونت جاہلی: رویکردی نو بہ رفتار پیامبر اکرم با مخالفان، ص ۲۰۴

۲۔ السیرۃ النبویہ (جلد ۲)، ص ۲۱۶

۳۔ سورہ احزاب، آیت ۱۲ (دیکھئے، ابن اثیر، عزالدین ابوالحسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابۃ فی المعرفۃ الصحابہ، جلد ۲)، ص ۱۷۹

۴۔ اسد الغابۃ فی المعرفۃ الصحابہ (جلد ۲)، ص ۲۲۲

خداؐ نے جلاس کو طلب کیا اور اس سے اس گفتگو کے بارے میں پوچھا لیکن اس نے انکار کیا کہ ہم نے کچھ نہیں کہا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

> يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ ترجمہ: یہ اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسا نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے ہیں اور وہ ارادہ کیا تھا جو حاصل نہیں کرسکے اور ان کا غصہّ صرف اس بات پر ہے کہ اللہ اور رسول نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو نواز دیا ہے۔ بہر حال یہ اب بھی توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور منہ پھیر لیں تو اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کرے گا اور روئے زمین پر کوئی ان کا سرپرست اور مددگار نہ ہوگا۔[1]

اس موقع پر رسول خداؐ نے منافقین کی باتوں کا اثر لیتے ہوئے بھی انہیں سزا نہیں دی اور یہ شاید اس لئے تھا کہ اس کا یہ اقدام صرف زبان کی حد تک تھا عمل کی منزل میں نہیں پہنچا تھا۔

منافقین میں سے کچھ لوگ جنگ تبوک کے موقع پر مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ تم لوگ یہ سمجھ رہے ہو کہ رومیوں سے جنگ کرنا دوسروں سے جنگ کرنے کے برابر ہے؟ خدا کی قسم کل تم لوگوں کو رسیوں سے بندھا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ وہ لوگ ان باتوں کے ذریعہ مومنوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنا چاہ رہے تھے اور افواہ کا بازار گرم کرنا چاہتے تھے۔ ودیعہ بن ثابت نے بھی کہا: "نہیں معلوم کیوں ہمارے قرآن پڑھنے والوں کے پیٹ دوسروں سے زیادہ نکلے ہوئے ہیں اور سب سے زیادہ جھوٹے اور جنگ سے خوف زدہ ہیں۔"

رسول خداؐ نے عمار بن یاسر سے فرمایا: "اے عمار! تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا ہے اور اس قول کے بارے میں ان سے سوال کرو جو انہوں نے کہا ہے۔ اگر انہوں نے

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۷۴، (دیکھئے المغازی، جلد ۳، ص ۱۰۰۵)

انکار کیا تو کہو کہ تم لوگوں سے اس طرح کی باتیں کی ہیں۔ عمار یاسر ان لوگوں کے پاس گئے اور موضوع کو بیان کیا وہ لوگ رسول خداؐ کے پاس آئے اور معافی مانگنا شروع کیا اور بولے: "اے رسول خداؐ! ہم لوگ بس یوں ہی گفتگو کر رہے تھے اور مذاق کر رہے تھے۔" رسول خداؐ نے ان لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ خداوند عالم نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

> وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّـهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۞ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ۔ ترجمہ: اور اگر آپ ان سے باز پرس کریں گے تو کہیں گے کہ ہم تو صرف بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے تو آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ اور اس کی آیات اور رسول کے بارے میں مذاق اڑا رہے تھے۔ تو اب معذرت نہ کرو۔ تم نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا ہے۔ ہم اگر تم میں کی ایک جماعت کو معاف بھی کر دیں تو دوسری جماعت پر ضرور عذاب کریں گے کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔[1]

اس طرح پیغمبرؐ نے ان لوگوں کی گفتگو کے مقابلے میں خاموشی کو جائز نہیں سمجھا اور ان کے منھ پر تالا لگا دیا کیوں کہ ان کی باتوں سے سپاہیوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے لیکن صرف اتنے پر ہی اکتفا کیا، انہیں سزا نہیں دی اور اس طرح انہیں یہ بات بھی سمجھا دی کہ آپ ان کے حرکات وسکنات سے غافل نہیں ہیں۔ دوسری طرف پیغمبرؐ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ان لوگوں کو سزا دے کر یا ان پر سختی دکھا کر اپنے سپاہیوں کو روحی اعتبار سے ضعیف بنائیں، ضمناً اس طرح کے نرم رویہ کی بنا پر ان لوگوں کو توبہ کرنے کا موقع دیا۔

رسول خداؐ کبھی بھی ان لوگوں کے لئے جو صرف زبان کی حد تک کلمہ توحید کا اقرار کرتے تھے اور دل سے عقیدہ نہیں رکھتے تھے، پھانسی جیسی سزا مقرر نہیں کی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی حضرت رسالتمابؐ کے خیال میں یہ بات تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر مسلم لوگ یہ سوچیں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کے خلاف پروپگنڈہ کریں۔

راستے میں کسی منزل پر رسول خداؐ کی سواری (قصوا اونٹنی) غائب ہو گئی۔ اصحاب نے اسے ڈھونڈنا

۱۔ سورہ توبہ، آیت ۶۵-۶۶ (دیکھئے فخر رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب (جلد ۱۶)، ص ۹۴؛ تاریخ الامم والملوک، جلد ۳)، ص ۱۰۸

شروع کیا۔ منافقین میں سے ایک شخص جس کا نام زید بن لقلیط تھا اور جو پہلے بنی قینقاع کے یہودیوں میں سے تھا اور بعد میں اسلام لایا تھا لیکن باطن میں منافق تھا، اس نے کہا: محمدؐ اپنے آپ کو نبی سمجھتے ہیں اور تم لوگوں کو آسمان کی خبریں دیتے ہیں جب کہ انہیں یہ نہیں معلوم کہ ان کا ناقہ کہاں ہے۔

رسول خداؐ نے جب یہ بات سنی تو ناقہ کی جگہ کو بتایا اور فرمایا جاؤ اسے لے کر آؤ[۱]۔ رسول خداؐ نے اس طرح اس لئے کیا تا کہ ضعیف الایمان مسلمانوں کے دلوں میں رسول خداؐ کے بارے میں شک وتردید پیدا نہ ہو اور ان کا ایمان کمزور نہ ہو۔

(۵) رسول خداؐ سے منافقین کی ذاتی دشمنی:

مختلف مقامات پر منافقین نے اپنے افعال کے ذریعہ رسول خداؐ کی ذات کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن رسول خداؐ کے مستحکم جواب البتہ عفو وبخشش جیسے رویہ سے روبرو ہوئے۔ اس بارے میں شاید سب سے واضح نمونہ افک کا ماجرا اور تبوک سے واپسی پر رسول خداؐ کے قتل کی سازش ہے۔

(الف) افک کا واقعہ : اگرچہ واقعہ افک سے متعلق سورۂ نور کی آیات کے مصداق کے بارے میں شیعوں اور اہل سنت میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس تحقیق کا مقصد اس بارے میں تاریخی اختلافات کی تائید یا رد نہیں ہے بلکہ صرف اصل ماجرا کی طرف اشارہ کرنا اور منافقوں کے کردار اور عبد اللہ بن ابی کی ذات پر بحث کرنا مقصد ہے۔

تاریخی روایات کے مطابق جنگ بنی مصطلق سے واپسی کے موقع پر عائشہ قافلے سے بچھڑ گئیں۔ دوسرے دن صفوان بن معطل نام کے ایک صحابی جو کہ قافلہ سے بچھڑ گیا تھا، عائشہ کو رسول خداؐ کے پاس لیکر آیا[۲]۔ لوگوں نے جس وقت عائشہ کو نامحرم کے ساتھ آتے دیکھا تو زبان درازی کی اور جھوٹی خبریں پھیلائیں۔ اس درمیان عبد اللہ بن ابی کا کردار اس تہمت کو پھیلانے میں سب سے اہم تھا۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں بعد سورہ نور کی چند آیتیں نازل ہوئیں اور عایشہ کو اس تہمت سے بری کیا[۳]۔ یعقوبی کی روایت کے

۱۔ تاریخ الامم والملوک (جلد ۳)، ص ۱۰۶

۲۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، کتاب جمل من انساب الاشراف (جلد ۱)، ص ۳۴۲

۳۔ تاریخ الامم والملوک (جلد ۲)، ص ۶۱۴؛ التبیان فی تفسیر القرآن (جلد ۷)، ص ۴۱۵؛ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (جلد ۳)، ص ۲۱۷۔۲۱۸

مطابق رسول خداؐ نے حسان بن ثابت، مسطح ابن ابی اثاثہ اور عبد اللہ بن ابی کو اس ماجرا میں اہم کردار نبھانے کی جرم میں کوڑے لگائے تھے[۱] لیکن واقدی کے مطابق ابن ابی پر حد جاری نہیں کی۔[۲]

(ب) جنگ تبوک کے موقع پر رسول خداؐ کے قتل کی سازش: جنگ تبوک سے واپسی پر منافقین میں سے کچھ لوگوں نے رسول خداؐ کو پہاڑی کی بلندی سے نیچے گرانے کا ارادہ کیا۔ رسول خداؐ نے عمار اور حذیفہ کی مدد سے انہیں اس عمل سے روکا۔ جب رسول خداؐ پہاڑی سے نیچے اتر آئے تو حذیفہ سے فرمایا: "کیا ان سواروں میں سے جنہیں تم نے بھگایا کسی کو پہچانا؟" حذیفہ نے کہا: "اے رسول خداؐ! فلاں شخص اور فلاں شخص کے اونٹ کو پہچان لیا لیکن چونکہ رات کی تاریکی تھی اور منہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے تھے ان کے چہروں دیکھ نہیں پایا۔" اسی دوران لوگ جمع ہوگئے۔ اسید جو قبیلہ اوس کے بزرگوں میں سے تھے، انہوں نے رسول خداؐ سے درخواست کی کہ ان لوگوں کے نام بتایئے تاکہ انہیں سزا دی جاسکے۔ رسول خداؐ نے اسید سے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ کہیں کہ محمد مشرکین پر فتح پانے کے بعد اپنے اصحاب کو قتل کرنے میں مصروف ہوگئے۔

اسید نے کہا یا رسول اللہ! وہ لوگ اصحاب میں سے نہیں ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: کیا وہ لوگ بظاہر لاالہ الا اللہ کا دکھاوا نہیں کرتے؟ اسید نے کہا: کیوں نہیں لیکن ان کی شہادت کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور حقیقت میں ان کی شہادت شہادت نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: کیا وہ لوگ بظاہر مجھے رسول خدا نہیں مانتے؟ کہا: کیوں نہیں لیکن یہ بھی اسی طرح ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: بہر حال مجھے ان لوگوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے[۳]۔ رسول خداؐ کی جانب سے ایسی معافی منافقین کے لئے ایک موقع تھا تاکہ وہ اپنا راستا چھوڑ دیں اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول خداؐ اپنے اصحاب کو سزا دینے کے حق میں نہیں تھے اگرچہ وہ منافق ہی کیوں نہ ہوں۔ رسول خداؐ جیسا کہ قرآن آپ کے بارے میں کہہ رہا ہے اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم کے آشکار مصداق تھے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی (جلد ۲)، ص ۵۳

۲۔ المغازی (جلد ۲)، ص ۴۳۴

۳۔ ایضاً (جلد ۳)، ص ۱۰۴۴

(٦) منافقین کے سرغنہ عبداللہ بن ابی کے ساتھ رسول خداؐ کا برتاؤ:

اس سے پہلے ہم رسول خداؐ کے خلاف سازشوں میں عبداللہ بن ابی کے کردار کے بارے میں گفتگو کرچکے۔ رسول خداؐ نے ابن ابی کے بیٹے عبداللہ سے سفارش کی کہ اپنے باپ کے ساتھ مہربانی اور اچھا سلوک کرے۔ ابی کے مرنے کے بعد بھی رسول خداؐ نے اس کی حرمت کو محفوظ رکھا اور اپنے لباس کو اس کی تکفین کے لئے دیا۔ جس وقت اس کا انتقال ہوا اس کے بیٹے نے رسول خداؐ سے درخواست کی کہ اس کے جنازے پر نماز پڑھادیں اور اپنے لباس کو کفن کے لئے دیں تاکہ اس کے عذاب میں کمی آئے لیکن سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۸۴[۱] کے نازل ہونے کے بعد جس میں منافقین پر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، رسول خداؐ نے صرف اپنے لباس کو اس کے کفن کے لئے بھیجا[۲]۔

بعض روایتوں کی بناپر رسول خداؐ نے اس کے جنازے پر نماز بھی پڑھی جس پر بعض صحابہ نے شدید اعتراض بھی کیا اور رسول خداؐ نے انہیں اپنے سے دور کردیا۔ آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول خداؐ نے دوسرے منافقین کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی[۳]۔ علامہ طباطبائی، ابن ابی پر نماز جنازہ پڑھنے والی روایت کو صحیح نہیں مانتے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ شیعوں میں بھی یہ حدیث مرسل طریقہ سے نقل ہوئی ہے۔ اس طرح کی روایتوں میں تناقض پایا جاتا ہے۔ یہ روایتیں ان آیتوں اور روایتوں سے بھی ٹکراتی ہیں جن میں رسول خداؐ کو مشرکین کے بارے میں استغفار کرنے سے منع کیا گیا ہے لہٰذا ان روایتوں کو قبول نہیں کیا جاسکتا ہے[۴]۔ جب کہ ان روایتوں کو قبول کرنے کی وجہ سے واٹ کا ماننا ہے کہ ابن ابی کے جنازے پر رسول خدا کے نماز پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد ضرار کی سازش میں وہ ملوث نہیں تھا۔[۵]

۱۔ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ۔ ترجمہ: اور خبردار ان میں سے کوئی مر بھی جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھئے گا اور اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہوئیے گا کہ ان لوگوں نے خدا اور رسول کا انکار کیا ہے اور حالاً فسق میں دنیا سے گزر گئے ہیں۔

۲۔ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (جلد ۳)، ص ۹۴۱

۳۔ اسد الغابۃ (جلد ۳)، ص ۱۹۳

۴۔ تفسیر المیزان (جلد ۹)، ص ۳٦٦۔۳٦۷

5 Watt.W.Montgomery, Abdallah b.Ubayy, page 53

اہل مدینہ کے درمیان منافقین کی حالت وحیثیت کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے منافقانہ اعمال کی وجہ سے آہستہ آہستہ اپنی حیثیت گنوادی۔ مثال کے طور پر جس وقت انہوں نے مسجد میں مومنین کا مذاق اڑایا تو مالک بن نجار کے قبیلے کے کچھ لوگوں نے انہیں مسجد سے بھگادیا[1]۔

ابن ابی اپنے منافق گروہ کی رہبری اور ہدایت میں بھی کامیاب نہیں ہوا۔ جیسا کہ ابن ہشام نے نقل کیا ہے کہ آخری ایام میں صرف ایک جوان منافقین کے درمیان تھا[2]۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ لوگ جوانوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں ناکام رہے۔ عبداللہ ابن ابی ذاتی دلائل کی وجہ سے رسول خداؐ کی مخالفت کرتا تھا اور اس کا یہ مقابلہ کسی عقیدہ کی بنیاد پر نہ تھا۔ ذاتی دلیلوں سے مراد وہ مقام و مرتبہ ہے جو ابن ابی کو رسول خداؐ کے آنے سے قبل حاصل ہونے والا تھا۔ شہر مدینہ کی قیادت کو لیکر قبیلہ اوس وخزرج میں کئی بار جنگ وخونریزی ہوئی اور آخر کار جنگ بعاث کے بعد یہ طے ہوا کہ عبداللہ بن ابی کو اپنا رہبر انتخاب کریں اور اس کے لئے ایک تاج بھی تیار کیا گیا تھا لیکن پیغمبرؐ کے آنے کے یہ سارے منصوبے نقش برآب ہوگئے[3]۔ واٹ جو کہ ایک غیر مسلمان اور بے طرف شخص تھا، اس کے عقیدے کے مطابق رسول خداؐ نے ابن ابی کے ساتھ سب سے زیادہ مدارا اور تحمل کا اظہار کیا ہے۔[4]

نتیجہ

منافقین، مدنی معاشرے کا ایک اہم حصہ تھے اور ان کے تئیں رسول خداؐ کی حکمت عملی، مختلف اور سبق آموز ہے۔ تمام وہ واقعات وحوادث جو پیغمبر اکرمؐ کے دس سالہ مدنی دور میں منافقین کی جانب سے رونما ہوئے، ان کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ رسول خداؐ نے منافقین کے ساتھ تعامل کا رویہ اپنایا تھا اور کبھی مقابلے کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ پیغمبر اکرمؐ کی کوشش یہ تھی کہ اسلامی وحدت کو برقرار رکھنے نیز منافقین کو توبہ کے لئے ایک موقع فراہم کرنے کی غرض سے، منافقین کی سازشوں کے سامنے بر محل عکس العمل ظاہر کرنے کے باوجود انہیں وہ سزا نہ دی جائے جس کے وہ مستحق تھے۔

۱۔ ابن ہشام حمیری، عبدالملک، السیرۃ النبویہ (جلد ۱)، ص ۵۲۸

۲۔ ایضاً، ص ۵۲۹

۳۔ منتظر القائم، اصغر، تاریخ اسلام، ص ۱۱۱

4 .Watt.W.Montgomery, Abdallah b.Ubayy, page 53

رسول خداؐ نے کبھی بھی منافقین کو اپنے لشکر میں شامل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا، جس کا نمونہ جنگ احد اور جنگ تبوک میں دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول خداؐ اپنے اصحاب کو خبر چینی اور منافقین کی باتوں کو مسلمانوں کے درمیان بیان کرنے سے روکتے تھے تاکہ مسلمانوں میں اختلاف نہ پیدا ہونے پائے۔

منافقین کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کے نرم رویہ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان کی سازشوں کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہے لہٰذا اگر کسی جنگی سفر کے دوران وہ لوگ سپاہیوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے یا رسول خداؐ کی برائی میں کچھ کہتے تھے تو اس کا جواب دیا جاتا تھا تاکہ انہیں معلوم ہوسکے کہ پیغمبر اسلامؐ ان کی باتوں سے بے خبر نہیں ہیں۔ ایسے مواقع پر جب ان کے کارنامے خطرناک مرحلے تک پہنچ جاتے تھے اور اسلامی معاشرے کی حیثیت خطرے میں پڑ جاتی تھی تو رسول خداؐ بڑی فراست کے ساتھ ان کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا کرتے تھے اور انہیں عمل کی منزل تک پہنچنے سے روکتے تھے۔ مثال کے طور پر آپ نے جنگ تبوک میں اپنی غیر موجودگی میں حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنا کر مدینے میں چھوڑ دیا اور جنگ کی واپسی پر منافقین کی مسجد کو بھی ویران کر دیا۔

ایسے موقعوں پر جب طعنہ زنی یا قتل کا منصوبہ صرف رسول خداؐ کی ذات تک محدود ہوتا تھا تو صرف اسلامی وحدت کی حفاظت کے لئے خطاکاروں کو سزا دینے سے گریز کرتے تھے۔ جنگ تبوک میں پیغمبر اکرمؐ کے قتل کا منصوبہ بنانے والوں کے ساتھ جس طرح کا برتاؤ کیا گیا وہ اپنے آپ میں اس طریقہ کار کا واضح نمونہ ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کے نام کو ظاہر کرنے کی بھی کوشش نہیں کی کہ اگر ایسا کر دیتے تھے تو کم سے کم ان لوگوں کو پوری عمر ذلت کی زندگی گذارنا پڑتی۔ رسول خداؐ نے منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کے ساتھ انتہائی رواداری کو ملحوظ خاطر رکھا کہ شاید اس طرح کا رویہ اس کے دل پر اثر کرے اور وہ راہ راست پر واپس آجائے۔

خلاصہ یہ کہ منافقوں کے ساتھ رسول خداؐ کے برتاؤ کو اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا واضح مصداق سمجھا جاسکتا ہے۔ رسول خداؐ نے وہ شدت عمل جو مکہ کے مشرکوں اور یہودیوں کے مقابلے میں ظاہر کیا، اس گروہ کے ساتھ انجام نہیں دیا۔ منافقین کے معاملے میں رسول خداؐ نے انہیں اس وجہ سے کہ کم سے کم ظاہر میں وہ کلمۂ توحید زبان پر جاری کرتے تھے، اسلامی معاشرے سے دور نہیں کیا اور توحید الٰہی کی حفاظت اور وحدت معاشرے کو برابر کی نظر سے دیکھا۔ منافقین کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کا رویہ ان کے عمل کے حساب سے نہایت مختلف تھا اور ہر موقع پر رسول خداؐ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ انہیں ان کی

غلطیوں کی طرف متوجہ کریں اور انہیں مومنین کے معاشرے میں واپس لے آئیں۔اسی برتاؤ کے نتیجہ میں منافقین کے سردار کا بیٹا اسلام کی پرزور حمایت کرنے والوں میں سے قرار پایا۔

منابع ومآخذ:

قرآن کریم

- ابن اثیر، عزالدین ابوالحسن علی بن محمد الجزری، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۹
- الکامل فی التاریخ، دار صادر دار بیروت، بیروت، ۱۹۶۵
- ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
- ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، الفصل فی الملل والاہواء والنحل، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ
- ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری، الطبقات الکبری، بہ کوشش ریاض عبداللہ، عبدالہادی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۶
- ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، تحقیق علی محمد البجاوی، دارالجبل، بیروت، ۱۹۹۲
- الدرر فی اختصار المغازی والسیر، دار المعارف، قاہرہ، ۱۴۰۳ھ
- ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ
- ابن ہشام حمیری، عبدالملک، السیرۃ النبویہ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعہ البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۳۷۵ھ
- ابو حبیب، سعدی، القاموس الفقہی لغۃ واصطلاحا، دارالفکر، دمشق، ۱۴۰۸ھ
- اداک، صابر، رحمت نبوی خشونت جاہلی: رویکردی نو بہ رفتار پیامبر اکرم با مخالفان، کویر، تہران، ۱۳۸۹
- بلاذری، احمد بن یحیٰ بن جابر، کتاب جمل من انساب الاشراف، تحقیق سہیل زکار و ریاض زرکلی، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۶
- بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۶
- تقوی، حامد، خلاصہ عبقات الانوار، مؤسسہ البعثۃ، ۱۴۰۵ھ
- حاکم حسکانی، شواہد التنزیل لقواعد التفضیل، مؤسسہ طبع ونشر، ۱۴۱۱ھ
- خادمی، نرجس، تعامل با اہل کتاب از منظر قرآن وسنت، تحقیقات علوم قرآن وحدیث، ۱۳۸۸
- خرمشاہی، بہاء الدین، دانشنامہ قرآن وقرآن پژوہی، ناہید، تہران، ۱۳۷۷

❖ خلال بغدادی، ابوبکر احمد بن محمد، السنة، دار الرایة، ریاض، ۱۴۱۰
❖ زمخشری، محمود، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷
❖ سہیلی ، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ، الروض الانف فی شرح السیرة النبویہ، دار احیاء تراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ
❖ سید رضی، نہج البلاغہ، ہجرت، قم، ۱۳۹۵ھ
❖ شیخ طوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت
❖ طباطبائی، محمد بن حسین، تفسیر المیزان، ترجمہ محمد باقر موسوی ہمدانی، انتشارات اسلامیہ، قم، ۱۳۷۴
❖ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، دار التراث، بیروت، ۱۹۶۷
❖ طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان، ناصر خسرو، تہران، ۱۳۷۳
❖ فخر رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۹ھ
❖ قمی، علی بن ابراہیم، تفسیر قمی، دار الکتاب، قم، ۱۳۶۳
❖ مسعودی، ابوالحسن علی بن الحسین، التنبیہ والاشراف، دار الصاوی، قاہرہ
❖ مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۷۴
❖ منتظر القائم، اصغر، تاریخ اسلام (از آغاز تا سال چہلم ہجری)، سمت، تہران، ۱۳۸۶
❖ نسائی، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب، خصائص الامیر المؤمنین، مکتبہ المعلاء، کویت، ۱۴۰۶ھ
❖ واقدی، محمد بن عمر، المغازی، مؤسسہ الاعلمی، بیروت، ۱۹۸۹
❖ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، دار صادر، بیروت
❖ Watt.W.Montgomery,Muhammad at Medina,Oxford,Oxford University,1956
❖ Watt.W.Montgomery, Abdallah b.Ubayy, Leiden and Newyork,Brill, 1986
❖ Donner,Fred.m.Muhammad and the believers at the origin of Islam, Combridge ,2010
❖ Brockett,A.Al Munafikun, Leiden and Newyork,Brill,1993
❖ Kohlbeg,E,The Development of Imami Shia Doctrine of Jihad,ZDMG,1976